رسائل و مسائل

سوال : ماہنامہ ترجمان القرآن بابت ماہ مئی ۱۹۹۳ء میں آپ نے قربانی کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ حضورؐ نے ان قربانی کے اونٹوں کے کوہانوں کو زخمی کیا' گلوں میں جوتوں کے ہار ڈالے۔ پھر ان جانوروں کو قربانی کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

آپ ہمیں حضورؐ کے عمل زیر بحث کے ماخذ اور اس کی اہمیت وضرورت کے بارہ میں وضاحت سے بتائیں کہ حضورؐ نے قربانی کے اونٹوں کو کیوں زخمی کیا اور ان کے گلوں میں جوتوں کے ہار کیوں پہنائے ؟

جواب : قربانی کے اونٹوں کے سلسلہ میں نبی کریمؐ کے فعل کے بارہ میں آپ نے سوال کیا ہے' اس کی روایت کا ماخذ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے' جسے صاحب مشکوۃ نے کتاب المناسک' باب الھدی کے تحت سب سے پہلے درج کیا ہے۔ اس مضمون کی روایت ابوداؤ میں بھی ہے۔

عن ابن عباس قال ... ثم دعا بناقته فاشعرها فی صفحته سنامها الایمن وسلت الدم وقلد ها بنعلین الخ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ... پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو طلب فرمایا' اس کا اشعار کیا' یعنی اس کے کوہان پر داہنی طرف تلوار سے زخم لگایا' جس سے خون نکلا' پھر دو جوتے اس کی گردن میں ڈال دیے۔

سیرت کا بیان لکھتے ہوئے ہر بات کا بلاکم و کاست لکھنا دینی فرض' اور علمی دیانت کا تقاضا ہوتا ہے۔ لیکن بعض باتیں' میں خصوصی تربیتی مقاصد کے لیے بھی بیان کرتا ہوں' حضورؐ سے ہمارا تعلق کامل انقیادواطاعت' مکمل اعتماد' اور ہر چیز سے بڑھ کر محبت کا ہونا چاہیے' کہ یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ مجھے یہ احساس تھا کہ آپؐ کا یہ فعل بعض لوگوں کو اجنبی' عجیب' اور تہذیب وشائستگی کے معیار سے فروتر لگے گا۔ اس طرح ان کو اپنے ایمان کے جانچنے' اور اس کی اصلاح کرنے کا موقع مل جائے گا۔

مطلوب وہ ایمان ہے جو حضورؐ کی ہر سنت کے آگے **یسلموا تسلیما**" کی تصویر بن جائے' دل میں کوئی خلش اور تنگی نہ ہو۔ آپؐ کی کسی سنت کو کسی انسان کی عقل' یا انسان کے خود ساختہ تہذیب و شائستگی کے معیارات' یا مغرب کے تصورات پر تول کر اس کے معقول' مہذب اور قابل قبول ہونے کا فیصلہ کرنا' مومن کے لیے قابل قبول نہ ہونا چاہیے۔

غور کیجئے تو حج کی عبادت عشق و محبت کا عنوان ہے۔ اس کے اور کتنے ہی مناسک انسان کے خود ساختہ معیارات پر کہاں پورا اترتے ہیں۔ ایک لق و دق میدان میں وقوف' اور پتھروں کے ایک گھر کے گرد دیوانہ وار چکر لگانے اور اس کے درودیوار سے چوما چاٹی کرنے کے لیے اتنا لمبا سفر کرنا' پراگندہ بال اور پراگندہ حال پہنچنا۔ یہ سب بھی عجیب باتیں لگتی ہیں۔ اشعار تو دور کی بات ہے' فی نفسہ قربانی ہی کو ایک وحشیانہ اور ضیاع مالی پر مبنی فعل قرار دیا جاتا ہے۔ اسی منطق سے پھر اسلامی حدود کو بھی ظالمانہ اور وحشیانہ سمجھا جاتا ہے۔

حضورؐ سے تو ہمیں ایسی محبت ہونا چاہیے جو ہر محبت سے بڑھ کر ہو۔ محبت میں غرق عاشق کے دل میں یہ گنجائش کہاں پیدا ہو سکتی ہے کہ محبوب کے کسی فعل کے بارہ میں یہ سوچے کہ یہ کیا کیا' یا سوال کرے کہ کیوں کیا۔ محبوب کی ہر ادا اس کو محبوب ہوتی ہے۔

حکمت بیان کرنے کی تو اس لیے چنداں ضرورت نہیں' کہ حضورؐ کا کرنا خود ہی سب سے بڑی حکمت اور دلیل ہے۔ پھر بھی شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں : اشعار کی حکمت' اللہ کی تنویہ شان اور ملت حنیفیہ کے احکام کا ایسے طریقہ پر اظہار ہے کہ ہر ایک کے دیکھنے میں آئے۔ نیز یہ کہ قلب کے فعل کو کسی محسوس عمل سے ظاہر اور نمایاں کیا جائے۔ قلب کا فعل کیا ہے ؟ اطاعت' محبت' فدائیت' قربانی' تذلل۔ جسم پر تلوار کا نشان' اور گلے میں جوتے --- اسی کا مظہر ہیں۔ پھر یہ نشان اس لیے تھا کہ قربانی کا جانور پہچانا جائے' گم ہو جائے تو تلاش کر لیا جائے' اور کوئی اس پر ہاتھ نہ ڈالے۔

اس سنت میں حضورؐ کی اصلاح و تشریع کی بنیادی حکمت عملی بھی مضمر ہے' جس کو سامنے لانے کی خاطر بھی میں نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ وہ یہ کہ حضورؐ نے معاشرہ میں رائج اور معروف رسوم وروایات میں سے صرف ان کو ختم کیا جو غلط تھیں۔ جو اصلاح طلب تھیں' ان کی اصلاح کر دی۔ جن میں کوئی ہرج نہ تھا' انہیں آپ نے برقرار رکھا' مٹایا نہیں۔ جوتے گلے میں ڈالنے کا رواج زمانہ جاہلیت ہی سے چلا آ رہا تھا' اور شاید اس سے پہلے سے۔ آپؐ نے اسے برقرار رکھا۔

حج کے لیے ان کی چنداں اہمیت نہیں۔ ہمارے ایمان کے لیے بہت اہمیت ہے' کہ ہم اپنی

عقل اور پسند کو سنت رسولؐ کے آگے جھکا دیں' آپؐ کے تابعدار بن جائیں' اور آپؐ کی ہر ادا کو محبوب رکھیں۔

(خرم مراد)

سوال : روزنامہ جسارت کراچی کے فرائیڈے اسپیشل مورخہ ۲۱ تا ۲۷ مئی ۹۳ میں آپ کا انٹرویو پڑھا جس میں آپ نے تحریک اور ملی سیاست کے حوالہ سے متعدد سوالوں کے جوابات دیئے ہیں۔ پارٹی ڈسپلن اور ممبر اسمبلی کے ضمیر کے حوالہ سے آپ کا جو نقطہ نظر سامنے آیا ہے اس کی روشنی میں حالیہ بحال شدہ قومی اسمبلی میں وزیراعظم پاکستان کو اعتماد کا ووٹ دینے پر جماعت اسلامی کے رکن قومی اسمبلی اور ایسی ہی صورتحال میں پنجاب اسمبلی کے جماعت اسلامی کے ایک رکن کو اظہار وجوہ کے جو نوٹس دیئے گئے ہیں --- وہ کہاں تک درست ہیں ؟

جواب : اسمبلی سے پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی پر' نشست سے محروم کیے جانے پر' میری رائے دو متضاد تقاضوں کے درمیان تطابق کی کوشش ہے۔ ایک طرف ذاتی مفاد' یا حکومتوں کی اکھاڑپچھاڑ کی غرض سے فلورکراسنگ کا مسئلہ ہے' جس کا تقاضا ہے کہ اس کی قانونی روک تھام کی جائے۔ دوسری طرف ایک فرد کے ضمیر کا معاملہ ہے' جس کا تقاضا ہے کہ اس کو اپنے ضمیر کے مطابق رائے دینے کا حق دیا جائے۔ مثلاً اگر اس سے پارٹی سود کے جواز کے حق میں ووٹ دینے کو کہے تو یہ نہ صرف ضمیر کے خلاف ہو گا' بلکہ گناہ بھی ہو گا---

اگر آپ غور کرتے تو میں نے ان دونوں متضاد تقاضوں کا لحاظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ میری رائے میں اگر رکن اسمبلی کے اقدام یا ووٹ سے "پارٹی کی حکومت ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہو جائے" یا وہ "اپنی پارٹی چھوڑ کر دوسری پارٹی میں شامل ہو جائے" تو اس کی نشست خالی ہو جانا چاہیے۔ اس سے اعتمادوعدم اعتماد کے ووٹ میں پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی اور تمام ہارس ٹریڈنگ کی جڑ کٹ جاتی ہے' ضمیر مطمئن نہ ہو' پارٹی کی حکومت کو خطرہ بھی نہ لاحق ہو' تو اسے پارٹی لائن کے خلاف ووٹ دینے کی اجازت ہونا چاہیے۔ اب جس طرح ہر صوابدیدی اختیار عدالتی تنقیح کی زد میں آ سکتا ہے' قانون ایسے اصولی معاملات کی خود بھی تشریح و توضیح کر سکتا ہے' اور مزید' عدالتوں کو بھی اختیار دے سکتا ہے۔ ضمیر کی پیمائش کا تو کوئی آلہ یقیناً نہیں' لیکن معاملہ کی اصولی حیثیت کے تعین کے پیمانے ضرور ہیں' اور وضع کیے جا سکتے ہیں۔

پارٹی کا معاملہ زیر جائزہ اس لیے نہیں ہو سکتا کہ وہ ممبر اس پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہوا ہے۔ اگر وہ پارٹی کے طے کردہ اصول و ضوابط سے اختلاف رکھتا ہے تو اسے اس پارٹی کا ٹکٹ ہی نہ لینا

چاہیے تھا۔ یا اگر پارٹی بدل گئی ہے، تو وہ کسی معاملہ میں ووٹ دینے سے پہلے، استعفیٰ دے کر دوبارہ انتخاب لڑے۔ یہ دیانت واخلاق کی راہ ہے۔

آپ غور فرمائیں تو میرے نقطہ نظر سے قومی و صوبائی اسمبلیوں میں جماعت اسلامی کے ممبران کے ووٹ کا مسئلہ قانون کی زد میں بھی آ سکتا ہے، اور ان کے خلاف جماعت کی کارروائی بالکل بجا ہے۔ جماعت کی حکومت نہ تھی کہ اس کے ٹوٹنے کا خطرہ ہوتا، اور ووٹ کسی اصولی معاملہ کے بجائے، نواز شریف یا وٹو کی حکومت قائم رکھنے کے لیے تھا۔

السلطان ظل اللہ ---- کا مفہوم

سوال : آپ سے درخواست ہے کہ براہ کرم اس سوال کا جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱)۔ السلطان ظل اللہ فی الارض من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ

کیا یہ الفاظ کسی حدیث پاک کے ہیں۔ اور اگر حدیث پاک کے ہیں تو کیا یہ حدیث صحاح ستہ کی کوئی حدیث ہے ؟

(۲)۔ نیز اگر صحاح ستہ یا غیر صحاح ستہ میں کسی بھی جگہ نقل ہوئی ہے تو اس کی صحت اور صحیح مفہوم کیا ہے۔

جواب : السلطان ظل اللہ . . . کے الفاظ حدیث میں وارد ہیں۔ **مشکوۃ کتاب الامارہ** میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث درج ذیل ہے :

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول، من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ"

(جس نے زمین میں سلطان اللہ کی اہانت و توہین کی، اللہ تعالیٰ اسے بے عزت کریگا۔)

کنزالعمال حدیث نمبر ۱۴۵۸۰ میں سنن بیہقی و طبرانی کے الفاظ یہ ہیں۔

"سلطان ظل اللہ فی الارض فمن اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ"

(سلطان زمین میں اللہ کا سایہ ہوتا ہے جو اس کا اکرام واحترام کرے، اللہ تعالیٰ اس کی عزت افزائی فرمائے گا اور جو اس کی توہین کرے اللہ تعالیٰ اسے رسوا کریگا۔)

سنن ترمذی، **اشراط الساعہ** میں اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا۔ جو لائق استناد اور قابل اعتماد ہے۔

میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں، اس حدیث میں سلطان کے لفظ کا اطلاق کسی شخصیت

Personality پر نہیں بلکہ ادارہ واقتدار Institution پر ہوتا ہے۔ ارشاد نبویؐ سے مراد میرے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوودقیود میں پابند خلافت علی منہاج النبوۃ' اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا پرتو ہے' جو مسلم معاشرے پر سایہ فگن ہے۔ جو اس ادارے کی تعظیم و تکریم کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عزت بخشے گا اور جو اس ادارے کی توہین و تذلیل کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے دنیاو آخرت میں رسوا کرے گا۔

قرآن مجید کی کسی آیت یا کسی حدیث کا کوئی ایسا مفہوم اخذ کرنا درست نہیں جو دوسری نصوص قرآن و سنت سے ٹکراتا ہو۔ اھل مغرب میں بادشاہت کا اور ظل اللہ یعنی Devine Right of Kings کا جو تصور رائج رہا ہے' اسلامی تعلیما کی رو سے وہ بالکل باطل اور خالص شرک ہے۔ بلاشبہ مسلمان حکمران جو مسلمانوں کی آزاد مرضی سے منتخب ہوتے ہیں' جب تک وہ اپنے اقتدار کو فی الجملہ حدود اللہ کے تحت استعمال کریں' ان کے اطاعت سے انحراف اور ان کے اقتدار سے اعراض وانکار نراجیت (انارکی) کے ہم معنی ہے۔ ہماری تاریخ میں اس کی نمایاں مثال فرقہ خوارج ہے جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد کسی سلطان وامیر کی امارت کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ دین کے دائرے سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کہ تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف حدیث میں جابرو ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق بیان کرنا افضل الجہاد قرار دیا گیا ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ کسی مخلوق کی اطاعت اس حال میں جائز نہیں جب کہ اس سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔ **"لا طاعتہ لمخلوق فی معصیتہ الخالق"** اسلامی ریاست سلطنت کا کوئی صاحب منصب' حتیٰ کہ وہ خلیفہ' اس کا کوئی عامل یا گورنر بھی شریعت کے آئین و قانون سے بالاتر نہیں ہے۔ خلفائے راشدین اپنے مقرر کردہ قاضیوں کی عدالت میں مدعی یا مدعا علیہ کی حیثیت سے پیش ہوتے رہے ہیں اور عدالت کا فیصلہ اگر ان کے حق میں نہیں ہوا تو انہوں نے بسروچشم اپنے خلاف فیصلے کو تسلیم کیا ہے۔ اس سے سلطان کی اہانت نہیں ہوتی بلکہ اس کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے۔

مولانا مودودیؒ رحمہ اللہ نے "تجدیدواحیائے دین" میں "جاہلیت کا حملہ" کے ذیلی عنوان کے تحت ایک مقام پر لکھا ہے۔

"بادشاہوں کو الہ کہنے کی ہمت باقی نہ رہی تھی۔ اس لیے السلطان ظل اللہ کا بہانہ اختیار کیا۔"

ان الفاظ سے حدیث زیر بحث کے بارے میں شبہ ہو سکتا تھا مگر درج ذیل حاشیے نے اسے رفع کر دیا۔ جو تجدید دین ص ۳۸ پر مطبوعہ موجود ہے۔ حاشیہ یہ ہے :

"اس میں شک نہیں کہ حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں مگر لوگوں نے ان کا بالکل غلط مفہوم لیا ہے۔ عربی زبان میں سلطان کے اصل معنی اقتدار کے ہیں۔ صاحب اقتدار کے لیے تو یہ لفظ محض مجازاً استعمال ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو اس کے اصل معنی میں استعمال فرمایا ہے نہ کہ مجازی معنی میں۔ حضورؐ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ حکومت واقتدار دراصل اللہ تعالیٰ کے اقتدار کا ایک پرتو ہے۔ جس شخص پر یہ پرتو ڈالا جائے وہ اگر اس کی عزت کو ملحوظ رکھے گا یعنی حق اور انصاف کے مطابق حکومت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو عزت دے گا اور جو شخص اس سایہ الٰہی کی اہانت کرے گا یعنی ظلم اور نفس پرستی کے ساتھ حکومت کرے گا' اللہ اس کو ذلیل کر دے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکیمانہ ارشاد کو توڑ موڑ کر لوگوں نے بادشاہوں کو ظل اللہ قرار دے دیا اور حضورؐ کے منشا کے بالکل خلاف اس بادشاہ پرستی کے لیے ایک مذہبی بنیاد بنا ڈالا۔"

مصنف مرحوم کے اس حاشیے میں اور میری تشریح میں کوئی حقیقی تخالف و تضاد نہیں ہے۔ دونوں میں السلطان سے مراد کوئی فرد یا شخص نہیں لیا گیا جو ہیئت مقتدرہ پر فائز و متمکن ہو' بلکہ اقتدار فی نفسہ مراد ہے' البتہ اکرام و اہانت کا سزاوار ایک تاویل کی رو سے فقط صاحب اقتدار ہے اور دوسری تعبیر و تشریح کے لحاظ سے اس کا اطلاق حاکم و محکوم دونوں پر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(ملک غلام نبی)

بقیہ : اسلامی تحریک نئے مراحل میں

کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہوں' اور ہمارے معترضین سامنے سے آ کر ہمارے لیے رکاوٹ بنیں' اور ہمارے خیرخواہ پیچھے سے پکڑ کر ہمیں کھینچ رہے ہوں۔

معترضین سے تو ہم زیادہ توقعات وابستہ نہیں کر سکتے' البتہ اپنے خیرخواہوں سے ضرور یہ امید کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا تصریحات پر وہ خاص طور پر غور و فکر کر کے جماعت کی راہ عمل کا ایک صحیح اندازہ قائم کریں گے' کہ وہ کدھر سے ہو کر کدھر کو جاتی ہے۔ یہ حقیقت اگر ایک مرتبہ ذہن نشین ہو جائے' تو پھر انشاء اللہ ایسا نہ ہو گا کہ قدم قدم پر آپ اپنے اندر ایک ذہنی انتشار محسوس کریں' اور ہر مرحلے پر ارشاد فرمائیں لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا (سورۂ کہف)